ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ٹریفک قوانین اور اسلامی تعلیمات: تحقیقاتی مطالعہ

Traffic Laws and Islamic Teachings: A Research Study

محمد عثمان فتح محمد

پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

ثناءاللہ فاروقی

پی ایچ ڈی، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان۔

محمد عمر شہزاد

پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور، پاکستان۔

Abstract

Islam is a comprehensive code of life in which rights are not only established with Allah but also with fellow human beings. This is significant because Allah has outlined not only the rights with Him but also the rights among His creatures, providing a framework for a strong social system. In modern terminology, these rights are referred to as "Human Rights." The Quran and Sunnah contain a vast array of guidance and regulations regarding the rights of Allah and the rights of fellow human beings. This series is so unique that there is no precedent for it in the world, as the Creator, in reality, has no system in existence that articulates preferences and details in this manner. Among the laws in Islam, there is a notable emphasis on the protection of human dignity, life, and property.

Keywords: Islam comprehensive code of life, strong social system, Human Rights

تعارف

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات دین ہے۔ جس میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالی نے حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو بھی بیان فرمایا جو کہ سراسر معاشرتی نظام کو مضبوط بنانے کے لیئے ہے۔ دور جدید کی اصطلاح میں ان کو (ہیومن رائٹس) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حوالے سے قرآن وسنت میں رہنمائی واحکام کا ایک وسیع سلسلہ موجود ہے۔ یہ ایک ایسا سلسلہ ہے کہ اس سے پہلے اس کی کوئی مثال دنیا میں وجود نہیں رکھتی، کیونکہ خالق حقیقی کہ علاوہ دنیا کا کوئی نظام اس طرح کی ترجیحات اور تفصیلات بیان کرنے قاصر ہے۔

اسلام کے جتنے قوانین ہیں ان میں انسان کی عزت، جان اور مال کی حفاظت کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

اللہ تعالی نے انسانوں کی تخلیق فرمائی اور ان کے لیئے بے شمار نعمتیں پیدا فرمائی۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

وان تعدو انعمۃاللہ لاتحصوھا۔[1]

ترجمہ: اگر تم اللہ تعالی کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہوں تو شمار نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے میں ایک نعمت سواری بھی ہے، پرانے زمانے میں لوگ سواری کے لیئے جانوروں کا استعمال کرتے تھے، اللہ تعالی جانوروں کی سواری کو اپنی پیاری کلام میں خوبصورتی قرار دیا۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

---

[1] ۔سورۃالنحل:18/16۔

والخیل والبغال والحمیرلترکبوھاوزینة ویخلق مالا تعلمون۔[2]

گھوڑے اور خچر اور گدھے یہ تمہاری سواری اور خوبصورتی کے لیئے ہیں اور اللہ تعالی کچھ ایسی چیزیں پیدا کرے گا جن کا تمہیں علم نہیں۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیااللہ تعالی کی نعمتوں میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ انسان نے اللہ تعالی کے فضل وکرم سے جہاں پر دیگر شعبوں میں ترقی کی وہاں پر اپنی سفری مشکلوں کو دور کرنے کے لیئے گاڑی کی ایجاد کی۔

گاڑی کی ایجاد کے بعد ایک ایسے لائحہ عمل کی ضرورت پیش آئی جو لوگوں کی آمدورفت کورواں رکھنے میں مدد فراہم کرے اور ٹریفک کی روانی میں کوئی مشکل پیش نہ آئے، نقصان ہونے کی صورت میں ذمہ دار کا تعین کیا جاسکے۔اس لیئے انسان نے ٹریفک کا نظام متعارف کروادیا۔

ٹریفک کے نظام سے پہلے ہمیں اس کی افادیت اور اہمیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے تاکہ اس نظام کے شرعی اصولوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ٹریفک کا نظام وقت کی اہم ضرورت ہے:

دور حاضر میں گاڑی کا استعمال وقت کی ضرورت اختیار کرچکاہے،اور یہ ایجادانسانیت کے لیئے پرسکون اور نفع بخش بھی ہے۔لیکن افسوس کچھ لوگ اس کاغلط استعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے معاشرے کے دیگر افراد کی زندگی میں بھی مشکل واقع ہوتی ہے۔

اس لیئے اس بات کی ضرورت کی پیش آئی کہ ایسا نظام بنایاجائے کہ جس سے ٹریفک اپنے ٹریک پر منظّم طریقے سے رواں دواں رہ سکے۔اوراگر کوئی اس منظم نظام کی مخالفت کرے تو اس کی گرفت سے نہ بچ سکے۔چونکہ گاڑی ایک مشین ہے جو کہ مکمل طور پر ایک چلانے والے کے تابع ہوتی ہے اس لیئے اس کی تمام تر ذمہ داری ایک ڈرائیور پر عائد ہوتی ہے کیونکہ گاڑی کا مکمل کنٹرول اس کے پاس ہوتا ہے۔اس کی ذمہ داری کہ وہ اس مشین یاگاڑی کا صحیح استعمال کرے۔اگر وہ اس کا صحیح استعمال نہیں کرتا تو اس سے اس کی جان جانے کا خطرہ ہے۔اس لیئے ایسے نظام کی ضرورت تھی جو انسانی جان کے ضیاع کے خدشے کو کم سے کم کردے۔

یہ نظام موجودہ حکومت کی طرف بنایااور نافذ کیاجاتاہے اس لیئے اس میں مصلحت عامہ کا خاص خیال رکھا جاتاہے۔اور حاکم وقت کے واجبات میں سے ایک واجب یہ بھی ہے کہ اپنے عوام کے جان ومال کی حفاظت رکھے۔

دین اسلام میں حاکم وقت کی اطاعت کا حکم:

حاکم وقت کی اطاعت ہر مسلمان پرواجب ہے،یقیناحکومت کو چلانے کے لیئے وہ کچھ قوانین کا اجراء کرتاہے۔شریعت اسلامیہ نے حاکم کو دوسروں کی جان ومال کی حفاظت کے لیئے اختیار دیاہے کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے جن سے ان کے جان ومال کی حفاظت ہوسکے۔ان قوانی کی دوقسمیں ہیں۔

1۔وہ قوانین جو شریعت کے مخالف نہ ہوں،اور کسی مصلحت پر مبنی ہوں۔

اگر حاکم وقت ایسے قوانین وضع کرے جو شریعت اسلامیہ کے معارض نہ ہو وہ کسی مصلحت کو پیش نظر رکھ کر وضع کیئے گئے ہوں تو ان کی اطاعت کا حکم دیاگیاہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ[3]

---

[2] سورۃ النحل: 8/16

[3] ۔ سورۃ النساء آیۃ نمبر: 90/4۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

ترجمہ: اے مومنو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحب اقتدار ہو ان کی بھی اطاعت کرو۔

ابن العربی رحمہ اللہ اطاعت کی تعریف میں فرماتے ہیں:

اطاعت کا معنی ہے کہ جو حکم دیا جائے اس پر عمل کیا جائے

اس آیت میں اولوا الامر سے امراء اور حکام ہیں۔[4]

اس آیت کا شان نزول یہ ہے۔ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمار بن یاسر اور خالد بن ولید کو ایک جماعت کا امیر بنا کر جہاد کے لیئے روانہ کیا۔

صحیح مسلم میں رسول اللہ نے حاکم وقت کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ يَعْصِنِي فَقَدْ عَصَى اللهَ، وَمَنْ يُطِعِ الْأَمِيرَ فَقَدْ أَطَاعَنِي، وَمَنْ يَعْصِ الْأَمِيرَ فَقَدْ عَصَانِي»،[5]

ترجمہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جو حاکم وقت کی اطاعت کرے، تو اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے اس کی نافرمانی اس نے میری نافرمانی کی۔

صحیح بخاری کی روایت ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «اسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنِ اسْتُعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَأَنَّ رَأْسَهُ زَبِيبَةٌ»[6]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حاکم وقت کی طرف سے جو تم سنو اس کی اطاعت کرو اگرچہ تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش کی مانند ہو (یعنی ادنی غلام) حاکم مقرر کیا جائے۔

(2) وہ قوانین جو شریعت کے مخالف ہوں۔

دوسرے وہ قوانین ہیں جو قرآن وحدیث کی نصوص کے مخالف ہیں، ان پر عمل کرنا گناہ ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالی اپنی اور والدین کی اطاعت کا ذکر کرتے ہیں کہ ہم نے انسان والدین کے ساتھ اچھائی کا حکم دیا ہے کیونکہ سب سے زیادہ انسان پر سب زیادہ حق اس کے والدین کا ہے، لیکن اللہ تعالی فرماتے ہیں:

ان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلا تطعهما وصا حبهما فی الدنیا معروفا.[7]

ترجمہ: اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا، اور دنیا کے کاموں میں اس کی اطاعت کرو۔

---

[4]۔ أحمد بن علي أبو بكر الرازي الجصاص الحنفي، أحكام القرآن، ج2، ص، 264، دار الكتب العلمية بيروت –لبنان، 1415هـ أحمد بن علي بن حجر العسقلانی، فتح الباري، ج13، ص120، دار المعرفة بيروت، 1379۔

[5]۔ مسلم بن حجاج ،صحیح مسلم ، جلد نمبر 3 صفحه نمبر 1466 رقم 1835، دار احیاء التراث بیروت.

[6]۔ محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري ، صحيح البخاري ، ج1، ص، 140، ترقيم 693 دار طوق النجاة، ترقیم محمد فؤاد عبد الباقي، 1443هـ

[7]۔ سورة لقمان 15/31۔

والدین جن کا سب سے زیادہ حق ہے، ان کی اطاعت اور بات ماننا، معصیت میں جائز نہیں تو حاکم کی اطاعت بھی صرف اور صرف ان قوانین میں ہو گی جو شریعت کے مخالف نہ ہو۔

صحیح مسلم کی روایت ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ جَيْشًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا، فَأَوْقَدَ نَارًا، وَقَالَ: ادْخُلُوهَا، فَأَرَادَ نَاسٌ أَنْ يَدْخُلُوهَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ: إِنَّا قَدْ فَرَرْنَا مِنْهَا، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لِلَّذِينَ أَرَادُوا أَنْ يَدْخُلُوهَا: «لَوْ دَخَلْتُمُوهَا لَمْ تَزَالُوا فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»، وَقَالَ لِلْآخَرِينَ قَوْلًا حَسَنًا، وَقَالَ: «لَا طَاعَةَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ»[8]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو جہاد کے لیئے روانہ کیا، ان پر ایک امیر مقرر کیا، اس نے آگ جلاکر ان کو اس میں کودنے کا حکم دیا۔ بعض نے کودنے کا ارادہ کیا اور بعض نے کودنے سے انکار کیا، جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو فرمایا جنہوں نے کودنے کا ارادہ کیا تھا، اگر تم آگ میں کود جاتے تو تم اسی آگ میں رہتے، اور جنہوں نے انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیئے فرمایا اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ہونی چاہئے، اللہ تعالی کی نافرمانی کے کاموں میں کوئی اطاعت نہیں۔

اس سلسلے میں مجمع الفقہ الاسلامی نے ایک اعلامیہ بھی جاری کیا ہے کہ "ایسے قوانین جو کہ شرعی احکامات سے متصادم نہ ہوں ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کی دلیل مصالح مرسلہ ہیں۔ چونکہ یہ قوانین حاکم کی طرف سے نافذ کیے جاتے ہیں اس لئے ان قوانین کے نفاذ میں مصالح عامہ کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ جبکہ ان کی مخالفت کی صورت میں جرمانہ عائد کیا جاتا ہے کیونکہ مخالفت کی وجہ سے دوسرے لوگوں کی زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اور یہ حاکم کے واجبات میں سے ہے کہ وہ اپنی رعایا کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنائے"۔[9]

مروجہ ٹریفک قوانین اسلام کی روشنی میں:

سابقہ بیان کردہ تفصیلات کی روشنی میں ہم ٹریفک کے قوانین کا جائزہ لیتے ہیں ان قوانین کا تعلق کونسی قسم ہے، کیا یہ قوانین شریعت اسلامیہ کے مخالف ہیں یا ان میں کوئی مصلحت موجود ہے؟ ٹریفک کے قوانین کو حاکم وقت لاگو کرتا ہے ان میں دو باتوں کی رعایت رکھی جاتی ہے: ان قوانین کی خلاف ورزی سے ڈرائیور کی جان کو خطرہ پہنچتا ہے یا دوسروں کو نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے، شریعت اسلامیہ نے اپنی جان یا دوسروں کو نقصان پہنچانے سے منع فرمایا ہے، لہذا ان قوانین کی اطاعت کرنا رعایا پر لازم ہو گا۔

پہلی قسم:

وہ قوانین جن کی خلاف ورزی سے اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

ولاتقتلوا انفسکم ان اللہ بکم رحیما[10]

ترجمہ: اپنے آپ کو ہلاک مت کرو بیشک اللہ تعالی تم پر رحم کرنے والا ہے۔

---

[8] ۔صحیح مسلم ،مسلم بن حجاج، جلدنمبر 3، صفحہ نمبر 1469، حدیث نمبر 1840 دار إحياء التراث العربي – بيروت۔

[9] ۔ مجلة مجمع الفقه الإسلامي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة، منظمة المؤتمر الاسلامي بجدة، ج 2، ص 272173۔ رقم الجزء في كتاب الشاملة هو رقم العدد، والصفحات مرقمة آليا

[10] ۔سورۃ النساء 29/4۔

حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

علامہ ثعلبی رحمہ اللہ اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں ہر وہ حالت جس سے جان کو خطرہ ہو اس سے اللہ تعالی نے روک دیا ہے۔[11]
اسی لیئے حضرت عمرو بن عاص نے اس آیت کو دلیل بنا کر غسل جنابت میں اپنے آپ کو ٹھنڈے پانی سے آپنے آپ کو روکے رکھا کیونکہ اس سے انسان کی جان کو نقصان کا خطرہ تھا[12]۔

اسی طرح ایک روایت میں ہے۔

عليّ بن شَيبَان قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " مَنْ بَاتَ عَلَى ظَهْرِ بَيْتٍ لَيْسَ عَلَيْهِ حِجَابٌ - وَفِي رِوَايَةٍ: حِجَارٌ- فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ «. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد. وَفِي» مَعَالِمِ السّنَن «للخطابي» حجى "[13]

ترجمہ: علی بن شیبان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کی چار دیواری نہ ہو اللہ تعالی اس سے بری ہے۔

یعنی اللہ تعالی نے انسان کی حفاظت ذمہ لیا ہے لیکن جو شخص خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دے تو اللہ تعالی کا یہ ذمہ ساقط ہو جائے گا۔
اس قسم میں مندرجہ ذیل قوانین آتے ہیں۔

1۔ سیلٹ بیلٹ کا استعمال:

اصل حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی کی ہے۔، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

والله خيرحافظاوهوارحم الراحمين[14]

ترجمہ: اللہ تعالی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

مگر کچھ تدابیر ایسی ہیں ہوتی ہیں جو ماتحت الاسباب حفاظت کے لیئے کرنا لازمی ہوتے ہیں۔ جس طرح کہ اوپر گزر چکا کہ بغیر چار دیواری والے چھت پر سونے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت وعید فرمائی ہے، اسی طرح سیلٹ باندھنا بھی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے جان کو نقصان کا زیادہ خدشہ زیادہ ہوتا ہے، لہذا اس کی رعایت بھی ضروری ہے۔

2۔ حد رفتار سے تجاوز:

کوئی ڈرائیور خود اپنے لئے حد رفتار مقرر کرے یہ ممکن نہیں کیونکہ یہ چیز راستے کی وسعت اور تنگی پر انحصار کرتی ہے بلکہ ہر گاڑی کی حد رفتار مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو حد رفتار حکومت کی طرف سے مقرر کی جائے اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اور اسی میں عوام کا فائدہ ہے جبکہ حد رفتار سے تجاوز کی صورت میں انسان اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کے لئے بھی خطرے کا باعث بنتا ہے۔

اور پھر ہمارے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان موجود ہے۔

---

[11]۔ تفسیر الثعالبی، ابوزید بن عبدالرحمانبن محمد الثعالبی جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 224، دار احیاء التراث العربی، 1418ھ۔

[12]۔ سنن ابی داؤد أبو داود سليمان بن الأشعث، جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 92 رقم 334، المكتبة العصرية، صيدا بيروت۔

[13]۔ مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري، صفحہ نمبر 7 جلد نمبر 2981 رقم 4720 دار الفكر، بيروت – لبنان 1442ھ۔

[14]۔ سورة يوسف 45/12۔

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN Urdu Research Journal of PAKISTAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «التَّأَنِّي مِنَ اللهِ، وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ»[15]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں: وقار اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ حاکم کی اطاعت کرنا واجب ہے تو رفتار کے معاملہ میں بھی یہی قاعدہ ملحوظ خاطر رہے گا۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال ابن القيم: إنما كانت العجلة من الشيطان لأنها خفة وطيش وحدة في العبد تمنعه من التثبت والوقار والحلم وتوجب وضع الشيء في غير محله وتجلب الشرور وتمنع الخيور وهي متولدة بين خلقين مذمومين التفريط والاستعجال قبل الوقت. قال الحرالي: والعجلة فعل الشيء قبيل وقته[16]

ترجمہ: "جلد بازی شیطان سے ہے کیونکہ یہ انسان میں طیش پیدا کرتی ہے اور اسکو وقار پر قائم رہنے سے روکتی ہے اور انسان کو ظلم پر اکساتی ہے اور برائی کو جنم دیتی ہے اور خیر سے روکتی ہے۔ اور عجلت دو مذموم چیزوں سے پیدا ہوتی ہے، غفلت اور وقت سے پہلے حصول کی خواہش کرنا۔

3۔ ڈرائیونگ کے دوران موبائل فون کے استعمال سے اجتناب:

موبائل فون کا استعمال بھی توجہ تقسیم ہونے کی وجہ سے جان کے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔

4۔ بغیر ہیلمٹ کے موٹر سائیکل چلانا:

بغیر ہیلمٹ کے موٹر سائیکل چلانا اس سے جان کے ضیاع کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اور اکثر وہ افراد جو ہیلمٹ کے استعمال کو یقینی بناتے ہیں ان کی جان حادثات میں محفوظ رہتی ہے، لہذا سابقہ ذکر کی گئی احادیث میں ہیلمٹ کا استعمال بھی شامل ہے۔

5۔ غیر محفوظ حالت میں گاڑی کا چلانا:

غیر محفوظ حالت سے مراد نیند، نشہ، یا بیماری کی حالت ہے، کیونکہ ان تمام حالتوں میں جان کو زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

6۔ ٹریفک اشاروں کی پابندی نہ کرنا:

ہر گاڑی چلانے والا ٹریفک کے اشاروں سے واقف ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ سرخ اشارے سے کیا مراد ہے؟ اور سبز سے کیا مراد ہے؟۔ ان اشاروں پر عمل نہ کرنا خطرے سے خالی نہیں اور اس میں حادثہ ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں اس لئے سرخ اشارے کو کسی بھی حالت میں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ حکومت نے لوگوں کی حفاظت کے لیئے ان اشاروں کا اہتمام کیا ہے تاکہ لوگوں کے جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنایا جاسکے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے ٹریفک اشاروں کی بابت سوال ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا:

---

[15]۔ مكارم الأخلاق ومعاليها ومحمود طرائقها، أبو بكر محمد بن جعفر بن محمد بن سهل بن شاكر الخرائطي السامري (المتوفى: 327هـ) ج1، ص228، رقم686 دار الآفاق العربية، القاهرة1419هـ

[16]۔ فيض القدير شرح الجامع الصغير، زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين الحدادي ثم المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ) ج3، ص277، رقم3390 الناشر: المكتبة التجارية الكبرى مصر الطبعة: الأولى، 1356۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ٹریفک سگنلز پر عمل نہ کرنا کسی طرح بھی رواں نہیں۔ کیونکہ یہ اشارے حاکم کے قول کی منزلت پر ہیں جیسا کہ حاکم کہے کہ رکو یا کہے کہ چلو اور بحیثیت مسلمان ہم پر حاکم کا ہر (جائز) حکم ماننا فرض ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے کہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔[17]

7۔ رف قسم کی گاڑی کے چلانے سے گریز:

حکومت وقت نے خراب گاڑی کے چلانے پر پابندی عائد کی ہے کیونکہ یہ بھی جان کے نقصان سبب بن سکتی ہے۔ اسی طرح وہ گاڑیاں جو سموگ کا باعث بنتی ہیں ان پر بوقت ضرورت ان پر پابندی بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ سموگ بہت سارے حادثات اور بیماریوں کا باعث بنتی ہے، لہذا یہ بھی سابقہ امر میں شامل ہیں۔

دوسری قسم:

ٹریفک وہ قوانین جن میں دوسروں کے نقصان کا اندیشہ ہو۔ دوسروں کو نقصان پہنچانے سے شریعت نے ہمیں سختی سے منع کیا ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ»: «هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ»[18]

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور کامل مومن وہ ہے جس سے لوگوں کا مال اور خون محفوظ رہے۔ اسی طرح سنن ابی داؤد کی روایت میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: «أَلَا إِنَّ أَحْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هَذَا، أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُورِ شَهْرُكُمْ هَذَا، أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الْبَلَدِ بَلَدُكُمْ هَذَا، أَلَا وَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟» قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: «اللَّهُمَّ اشْهَدْ»[19]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا" آگاہ رہو! تمام دنوں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ دن ہے، آگاہ رہو! تمام مہینوں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ مہینہ ہے، آگاہ رہو! تمام شہروں میں سب سے زیادہ حرمت والا تمہارا یہ شہر ہے، آگاہ رہو! تمہاری جان تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارا یہ دن، تمہارے اس مہینے میں، تمہارے اس شہر میں، آگاہ رہو! کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام نہیں پہنچا دیا؟ لوگوں نے عرض کیا: ہاں آپ نے پہنچا دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[17] ۔ النساء 4/ 59۔ فتاوی و توجیهات في الاجازة والرحلات للشیخ ابن عثیمین ص80، دار الوطن لنشر۔

[18] ۔ سنن الترمذي محمد بن عيسى الترمذي، أبو عيسى (المتوفى: 279هـ) ج5، ص17، رقم 2657، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر 1395هـ۔

[19] ۔ سنن ابن ماجه، ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، ج2، ص1297۔ رقم 3931 دار إحياء الكتب العربية فيصل عيسى البابي الحلبي۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ آذَى الْمُسْلِمِينَ فِي طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ[20]

ترجمہ: حضرت حزیفہ بن اسید سے روایت ہے، بیشک نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کو راستے میں تکلیف دیتا ہے تو اس پر لوگوں کی لعنت لازم اور واجب ہو جاتی ہے۔

تکلیف دینے سے مراد راستے میں گندگی پھیلانا ہے، مثلاً قضائے حاجت کرنا یا کوئی پتھر وغیرہ گرانا۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے۔

«إِنَّ اللهَ يُعَذِّبُ الَّذِينَ يُعَذِّبُونَ فِي الدُّنْيَا»[21]

ترجمہ: اللہ تعالی اس شخص کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے جو لوگوں کو ناحق دنیا میں تکلیف دیتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح مسلم کی روایت ہے۔

«اتَّقُوا اللَّعَّانَيْنِ» قَالُوا: وَمَا اللَّعَّانَانِ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: «الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ، أَوْ فِي ظِلِّهِمْ»[22]

ترجمہ: تم دو لعنت زدہ اشخاص سے بچو۔ صحابہ کرام نے پوچھا اس سے مراد کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کے راستے یا سایہ دار جگہوں میں پیشاب کرتے ہیں۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے دوسرے مسلمان کو کسی قسم کی تکلیف دینا عذاب الہی کا باعث بنتا ہے۔

لہذا دوسری قسم میں درج ذیل قوانین آتے ہیں۔

1۔ ایمبولنس کو راستہ دینا:

ایمبولنس کو عربی زبان میں سیارۃ الاسعاف کہا جاتا ہے، اور یہ گاڑی مریضوں کے لیئے خاص ہوتی ہے، اس کا راستہ روکنا کسی انسان کی موت کا باعث بن سکتا ہے۔

2۔ کسی گھر یا بلڈنگ کے سامنے پارکنگ کرنا:

بلڈنگ میں کام کرنے والے، یا گھر میں رہنے والے افراد کی آمد و رفت میں تکلیف کا باعث بنتی ہے جو شرعاً کسی کو تکلیف دینا ناجائز ہے۔

3۔ ممنوعہ علاقے میں ہارن بجانا یا بغیر ضرورت کے اس کا استعمال کرنا:

ممنوعہ علاقے سے مراد ہسپتال یا تعلیمی ادارے وغیرہ ہوتے ہیں، کیونکہ اس سے مریضوں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسی طرح ہارن کا بے جا استعمال لوگوں کے لیئے بہت زیادہ تکلیف کا باعث بنتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"0.5ترجمہ: جو شخص اپنے غصے اور کینے کا اظہار مسلمانوں راستے میں کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالی، اس کے فرشتے تمام لوگ لعنت بھیجتے ہیں۔ لہذا لوگوں کو راستے میں تکلیف دینے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔

---

[20]۔ المعجم الكبير، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني، ج 3، ص179، رقم 3050 مكتبة ابن تيمية القاهرة۔

[21]۔ صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج ج4، ص2017 رقم 2613، دار إحياء التراث العربي بيروت۔

[22]۔ صحيح مسلم ج1، ص226، رقم 269۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

4۔دھواں چھوڑنے والی گاڑیوں سے اجتناب:

دھواں چونکہ جانداروں کی صحت کے لیئے مضر ہے اس لیئے حکومت اس طرح کی گاڑیوں سے روکتی ہے جو زیادہ دھواں چھوڑتی ہیں۔

5۔دوسروں کی گاڑیوں کو راستے کا حق دینا:

دوسروں کی گاڑی کو راستہ نہ دینا یہ دوسروں کے لیئے تکلیف کا باعث بنتا ہے،ارشاد باری تعالی ہے۔

"0.5ترجمہ:اے مومنو جب تمہیں کہا جائے کھل کے بیٹھو تو کھل کر بیٹھا کرو۔اللہ تعالی تمہیں بخش دے گا۔

آیت محض مجلس کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تفسح سے مراد تمام وہ مقامات ہیں جہاں مسلمان کو خوش کر کے خیر خواہی ممکن ہو۔جیسا کہ تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے۔

"0.5"0.5ترجمہ:امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:یہ آیت دلالت میں اپنا وسیع معنی رکھتی ہے اللہ کے بندوں کے لیئے تمام خیر اور راحت کے تمام چیزیں اس میں شامل ہیں،اس میں دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں اس میں شامل ہیں۔کسی عقل رکھنے والے لائق نہیں کہ اس آیت کو صرف مجلس کے لیئے خاص کرے بلکہ اس میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے کسی مسلمان کی بھلائی ہو،اور اس سے مسلمان کے دل کو خوشی پہنچتی ہو،اسی طرح صحیح مسلم میں ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اللہ تعالی ہمیشہ اپنے بندے کی مدد میں رہتے ہیں جب تک بندہ اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں رہتا ہے۔لہذا دوسری گاڑی کو راستہ دینا بھی اس میں شامل ہے۔

گاڑی کی غلط پارکنگ اور مخالف سمت میں گاڑی کا نہ چلانا:

راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا خواہ وہ پتھر یا کانٹا،یا گاڑی وغیرہ کیونکہ یہ تمام چیزیں تکالیف کا باعث بنتی ہیں۔اسی طرح گاڑی کا غلط پارک کرنا یا یک طرفہ ٹریک پر مخالف سمت سے گاڑی چلانا جو کہ سراسر دوسروں کو تکلیف دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنے کو ایمان کی شاخوں میں سے قرار دیا ہے۔

صحیح مسلم کی روایت ہے۔

"0.5ترجمہ:ایمان کی ستر شاخیں ہیں۔یا آپ نے فرمایا ساٹھ شاخیں ہیں،ان میں سب سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے،اور اس کی ادنی راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء بھی ایمان کا حصہ ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

"0.5ترجمہ:حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ سے روایت ہے بیشک نبی گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:میں نے جنت میں ایک شخص کو چلتے پھرتے دیکھا جس نے راستے سے تکلیف دہ درخت کاٹ دیا تھا۔

لہذا گاڑی کو غلط پارک کرنا یا مخالف سمت سے گاڑی چلانا جائز نہیں ہے۔

نوٹ: یہ بات حقیقت ہے کہ حکم اپنے وجود اور عدم میں علت کے ارد گرد گھومتا ہے نہ کہ حکمت کے،یعنی جب علت پائی جائے تو حکم بھی پایا جائے گا ورنہ نہیں،مثلاً ٹریفک قوانین میں سے ہے سرخ اشارے کے وقت رکنا ہے لہذا رکنا حکم ہے اور سرخ اشارہ علت ہے،جب کہ

اکسیڈنٹ سے بچنا حکمت ہے۔ اگر سڑک پر کوئی گاڑی نہ بھی ہو لیکن سرخ اشارہ (یعنی علت موجود) ہے تو رکنا لازم ہے اگرچہ اکسیڈنٹ (جو کہ حکمت ہے) کا خطرہ نہ ہو۔[23]

اگر کوئی شخص حاکم وقت کے نافذ کردہ قوانین کو توڑتا ہے تو اس کے لیئے تنبیہ ہونی چاہیئے، کیونکہ اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے کہ سزا کے خوف سے وہ بہت ساری منع کردہ چیزوں سے رک جاتا ہے جن کا عام حالات میں اس کے ارتکاب کا اندیشہ ہوتا ہے اسی لیئے اللہ تعالی نے اچھائی اور برائی کے لیئے جزا اور سزا کا پہلو کو رکھا ہے۔ برائی کا ارتکاب کرنے والے اس کی سزا کے ڈر سے برائی سے اکثر باز رہتے ہیں۔

ٹریفک چالان:

مذکورہ بالا میں ہم تفصیل بیان کرچکے کہ حاکم کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ حاکم وقت کو بھی کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی رعایا پر ظلم رواں نہ رکھے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کو یقینی بنائے۔ اسی لیے جب کوئی شخص ٹریفک قوانین کو ملحوظ خاطر میں نہیں لاتا تو اس پر جرمانہ عائد کیا جاتا ہے کیونکہ اس ایک شخص کی خلاف ورزی کرنے سے دوسرے لوگوں کی جان اور مال خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس لئے حاکم وقت کی طرف سے جرمانہ عائد کرنا جائز ہے کیونکہ خلاف ورزی کرنے والا شخص معاشرے میں مشکلات کا سبب بنتا ہے تو ایسا شخص سزا کا مستحق ہے اسی لئے سزا کے طور پر اس کو جرمانہ کیا جاتا ہے جو کہ حقیقت میں اس کے لئے رحمت ہے تاکہ وہ شخص آئندہ ایسا کرنے سے باز رہے۔ لیکن سزا دیتے ہوئے مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے۔

سزا دیتے وقت مصلحت عامہ سامنے ہونی چاہیے نا کہ ظلم کرتے ہوئے لوگوں سے مال حاصل کرنا۔

جرم کے مطابق سزا ہونی چاہیے جس کا عام طور پر معاشرے میں خیال نہیں رکھا جاتا۔

ٹریفک وارڈن کو چاہیے کہ وہ تمام لوگوں میں برابری کے پہلو کو ملحوظ خاطر رکھے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ[24]

ترجمہ: بیشک اللہ تعالی تمہیں نیکی اور انصاف کا حکم دیتا ہے۔

سزا کی اقسام:

عام حالات میں سزا دو طریقوں سے دی جاتی ہے۔ **1۔ جسمانی سزا2۔ مالی سزا**

1۔ جسمانی سزا:

جسمانی سزا جیسا کہ قید کی سزا، معینہ مدت کے لیے لائسنس ضبط کرنا، یا پھر معینہ مدت کے لیے گاڑی ضبط کرنا وغیرہ لیکن اس میں بھی اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ جس طرح کی مخالفت ہو سزا بھی اتنی ہی ہونی چاہیے۔

2۔ مالی سزا

مالی سزا پر علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک مالی سزا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ وسیلہ ہے لوگوں کے مال پر ناحق قبضہ کرنے کا جبکہ بعض علماء کے نزدیک مالی سزا دینا جائز ہے لیکن اس کے لئے کچھ قواعد وضوابط ہیں۔ اس مسئلے پر فقہاء کے درمیان پائی جانے والی دونوں رائے کو ہم تفصیلا ذکر کئے دیتے ہیں۔

---

[23]۔ اصول افتاء، مفتی تقی عثمانی، ص 241، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، پاکستان 1433ھ=2012۔

[24]۔ سورۃ النحل آیت نمبر 90/16۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

پہلی رائے:

جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ مالی جرمانہ عائد کرنا ناجائز ہے۔ جیسا کہ امام حصکفی حنفی فرماتے ہیں:

"سزا قید، سخت ڈانٹ ڈپٹ، اور زبانی سرزنش کی ہونی چاہیے، نہ کہ مالی جرمانہ کی صورت میں۔

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار کے حاشیہ میں تعلیقاً فرماتے ہیں:

لَا بِأَخْذِ مَالٍ فِي الْمَذْهَبِ) قَالَ فِي الْفَتْحِ: وَعَنْ أَبِي يُوسُفَ يَجُوزُ التَّعْزِيرُ لِلسُّلْطَانِ بِأَخْذِ الْمَالِ. وَعِنْدَهُمَا وَبَاقِي الْأَئِمَّةِ لَا يَجُوزُ. اهـ وَمِثْلُهُ فِي الْمِعْرَاجِ، وَظَاهِرُهُ أَنَّ ذَلِكَ رِوَايَةٌ ضَعِيفَةٌ عَنْ أَبِي يُوسُفَ. قَالَ فِي الشُّرُنْبُلَالِيَّةِ: وَلَا يُفْتَى بِهَذَا لِمَا فِيهِ مِنْ تَسْلِيطِ الظَّلَمَةِ عَلَى أَخْذِ مَالِ النَّاسِ فَيَأْكُلُونَهُ اهـ وَمِثْلُهُ فِي شَرْحِ الْوَهْبَانِيَّةِ عَنْ ابْنِ وَهْبَانَ (قَوْلُهُ وَفِيهِ إلَخْ) أَيْ فِي الْبَحْرِ، حَيْثُ قَالَ: وَ أَفَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ أَنَّ مَعْنَى التَّعْزِيرِ بِأَخْذِ الْمَالِ عَلَى الْقَوْلِ بِهِ إمْسَاكُ شَيْءٍ مِنْ مَالِهِ عَنْهُ مُدَّةً لِيَنْزَجِرَ ثُمَّ يُعِيدُهُ الْحَاكِمُ إلَيْهِ، لَا أَنْ يَأْخُذَهُ الْحَاكِمُ لِنَفْسِهِ أَوْ لِبَيْتِ الْمَالِ كَمَا يَتَوَهَّمُهُ الظَّلَمَةُ إذْ لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ أَخْذُ مَالِ أَحَدٍ بِغَيْرِ سَبَبٍ شَرْعِيٍّ.[25]

ترجمہ: مالی سزا مذہب میں نہیں)۔ الفتح میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ حاکم کے لیے مالی سزا دینا جائز ہے۔ ظاہراً یہ روایت ضعیف لگتی ہے کیونکہ ان کے نزدیک مالی سزا میں ایک معین مدت کے لیے مال لینا ہے نا کہ وہ مال حاکم اپنے لیے یا بیت المال کے لیے اختیار کرے کیونکہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ بغیر سبب شرعی کسی دوسرے مسلمان کے مال پر قبضہ کرے"۔

احمد الصاوی المالکی فرماتے ہیں کہ: مالی سزا اجماعاً جائز نہیں ہے۔[26]

امام العمرانی الشافعی مالی سزا کے قائل ہیں کہتے ہیں "جرائم کے مرتکب فساق لوگ ہیں، ہاں اگر ان کے پاس مال نہیں ہے تو حاکم کو چاہیے کہ ان کو قید کر دے اور اگر ان کے پاس مال ہے تو اس میں سے کتنا لینا چاہیے اس بارہ میں شافعی مذہب میں دو رائے ہیں۔

قدیم مذہب میں:

ان سے زکاۃ اور ان کے مال کا نصف سزا کے طور پر لیا جائے گا۔ دلیل کے طور پر وہ بھز بن حکیم کی روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَمَنْ مَنَعَهَا فَإِنَّا آخِذُوهَا وَشَطْرَ مَالِهِ،،[27]

ترجمہ: جس نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تو ہم لازما اس سے لیں گے اور اسکا نصف مال بھی

جدید مذہب میں:

1۔ ان سے صرف زکاۃ لی جائے گی اور اسکے علاوہ کچھ نہیں لیا جائے گا۔[28]

2۔ ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ سزا قید، ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ ہونی چاہیے کیونکہ شریعت میں کوئی مالی سزا نہیں۔[29]

---

[25]۔ رد المحتار على الدر المختار، ابن عابدين، ج4، ص61، دار الفكر بيروت 1412ھ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، زين الدين بن إبراهيم، ج5، ص68، دار الكتاب الإسلامي۔

[26]۔ حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، محمد بن أحمد بن عرفة الدسوقي المالكي، ج6،370 دار الفكر۔

[27]۔ سنن أبي داود، أبو داود سليمان بن الأشعث ج2، ص101 رقم 1575 المكتبة العصرية، صيدا بيروت۔

[28]۔ المجموع شرح المهذب، أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي، ج5 ص298۔ دار الفكر۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: لَيْسَ فِي الْمَالِ حَقٌّ سِوَى الزَّكَاةِ»

ترجمہ: مال میں سوائے زکوٰۃ کے کوئی اور حق نہیں۔[30]2

مالی سزا ابتدائے اسلام میں جائز تھی پھر اللہ تعالی نے اس کو منسوخ فرمادیا۔

3، مذاہب اربعہ میں سے بعض فقہاء کا مذہب۔[31]

دوسری رائے: مالی سزا کا دینا جائز ہے

اس مسئلہ میں صحیح رائے یہ ہے کہ مالی سزا کا دینا جائز ہے لیکن ان قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو سابقہ سطور میں بیان کئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم

دلائل ذیل میں ملاحظہ کریں:

نمبر 1: مالی عقوبت کی مثالیں سلف سے کثرت سے ملتی ہے۔ جیسا کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے الطرق الحکمیۃ میں فرمایاہے، مالی سزا کی شریعت میں امثلہ موجود ہیں۔[32]

اور ابن الاخوۃ معالم القربۃ میں بھی مالی سزا کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔[33]

اسکے علاوہ ابن فرحون المالکی بھی تبصرۃ الحکام میں مالی سزا کی مثال پیش کرتے ہیں۔[34]

نمبر 2: جمہور نے جس حدیث سے استدلال کیاہے وہ دو وجہ سے ضعیف ہے۔

1: سند کے اعتبار اس روایت میں "میمون الاعور" نامی راوی ضعیف ہے، جیسا کہ ابن الجحر نے اسے ضعیف قرار دیاہے۔[35]

ب: امام عراقی نے ان کی اس روایت کو متن حدیث میں اضطراب کی مثال کے طور پر ذکر کیاہے۔ لیکن سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تردید کی ہے۔[36] نمبر 3: جمہور اہل علم نے مالی سزا پر جن تحفظات کا اظہار کیاہے اگر سابق الذکر قواعد وضوابط لاگو کردئے جائیں تو یہ خطرات بھی زائل ہوجائیں گے۔ اس لئے امام غزالی فرماتے ہیں کہ "حاکم اگر مصلحت دیکھے تو ایسا کر سکتاہے۔[37]

اللہ سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[38]

---

[29] ۔ المغني لابن قدامة، أبو محمد موفق الدين عبد الله، ج12ص256، مکتبہ ترکی الحلو)

[30] ۔ابن ماجہ ج1ص570رقم 1789۔

[31] ۔التشريع الجنائي الإسلامي مقارناً بالقانون الوضعي، عبد القادر عودة، ج 1ص705، الناشر: دار الكاتب العربي، بيروت، المغنى ابن قدامه، 348/10۔

[32] ۔الطرق الحكمية، محمد بن أبي بكر ابن القيم، ص316۔ مكتبة دار البيان۔

[33] ۔ معالم القربة في طلب الحسبة، محمد بن محمد بن أحمد بن أبي زيد بن الأخوة، ص194، دار الفنون «كمبردج»۔

[34] ۔تبصرة الحكام، إبراهيم بن علي بن محمد، ابن فرحون، : مكتبة الكليات الأزهرية، ج2ص221۔

[35] ۔ أبو جعفر محمد بن عمرو بن موسى بن حماد العقيلي، الضعفاء الكبير، ج4۔ص، ترقيم 1764 ,دار المكتبة العلمية – بيروت1404ھ۔

[36] ۔ تدريب الراوي في شرح تقريب، عبد الرحمن بن أبي بكر سيوطی، ج1ص266، دار طيبة۔

[37] ۔معالم القربة في طلب الحسبة، محمد بن محمد بن أحمد بن أبي زيد بن الأخوة، ج1ص195، دار الفنون «كمبردج»۔

[38] ۔سورۃ الاسراء – آیۃ نمبر 70/17۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"اور بلاشبہ ہم نے عزت بخشی بنی آدم کو اور ان کو طرح طرح کی سواریوں سے نوازا خشکی میں بھی اور تری میں بھی اور ہم نے ان کو روزی کا سامان مہیا کیا طرح طرح کی پاکیزہ چیزوں سے اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر طرح طرح کی فضیلت بخشی"۔

مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے بنی آدم کی تکریم کیلئے شریعت میں احکامات نازل فرمائے جو کہ اس کی زندگی اور مال کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ یہ وسیلہ ہیں عزت کی زندگی گذارنے کا۔ اور اس کی جان اور مال پر کسی بھی طرح کے ظلم کو جرم قرار دیا اور اسکی سزا مقرر فرمائی آخرت میں جبکہ دنیا میں اس پر ہرجانہ اور سزا متعین فرمائی۔ دین اسلام میں کوئی مال اور جان نظر انداز نہیں (یعنی بغیر دیت اور عوض کے کسی کی جان ومال کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا)۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا[39] "اور جو کوئی کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔"

اور فرمایا:وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا[40] "کسی مومن کو دوسرے مومن کو قتل کرنا زیب نہیں، مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے) جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان کی گردن آزاد کرانا لازم اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں۔" اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:ان دماؤکم و اموالکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا[41] ترجمہ "تمہارے خون اور مال تم پر ایسے حرام ہیں جیسا کہ یہ دن (یعنی حج کا دن)۔'

جان اور مال کی حفاظت ان پانچ بنیادی ضروریات میں سے ہے جن کی اسلام نے ہر حال میں حفاظت کی ہے۔ اور انہیں ہر طرح کے خطرے سے محفوظ کیا ہے۔[42]

اور انسانی نفس کو پہنچنے والے نقصانات کے ازالے کے لئے دیت مقرر فرمائی ہے۔ جبکہ مالی نقصانات کے ازالے کے لئے ہرجانہ مقرر فرما کر نفس اور مال کی حفاظت فرمائی۔ پس دوسروں کو جانی اور مالی نقصان پہنچانا حرام ہے اور اس کی حرمت قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔

ضمانت اور ضامن کے لئے مقرر کردہ شرعی قواعد:

۱:نقصان کو روکنے اور اسکے ازالے کے لئے قواعد عامہ

۲:نقصان اور ضامن کے تعین لئے خصوصی قواعد

نقصان کو روکنے اور اسکے ازالے کے لیے قواعد عامہ:

قاعدہ نمبر 1:لاضرر ولاضرار:(نہ کسی کو ابتداءً نقصان پہنچایا جائے اور نہ بدلے میں)[43]

---

[39] ۔سورۃالنساء –4/93۔

[40] ۔سورۃالنساء –4/93۔

[41] ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر 1654۔

[42] ۔اصول الفقه. محمد ابو النور زہیر صفحه نمبر 367. المكتبه لتراث۔ جامعة الازہر۔

[43] ۔شرح القواعد الفقهية. أحمد بن الشيخ محمد الزرقا ج1 ص165. دار القلم دمشق / سوريا 1409ھ)

یہ قاعدہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ نقصان کے مقابلہ میں نقصان کرنا جائز نہیں سوائے حدود و قصاص کے۔ اور جس کا نقصان ہوا ہے وہ اگر چاہے تو معاف کر دے یا نقصان کا ہرجانہ وصول کر لے۔ پس جس کی گاڑی کو ٹکر لگی ہے اس کے مالک کو چاہیے کہ وہ یا تو ٹکر مارنے والی گاڑی کے مالک سے نقصان کا ہرجانہ لے، یا اسے معاف کر دے۔ جس گاڑی کو ٹکر لگی ہے اس کے مالک کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنی گاڑی سے دوسرے فریق کی گاڑی کو ٹکر مار کر بدلہ لے کیونکہ شریعت میں جان بوجھ کر نقصان نہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہے

قاعدہ نمبر2: الضرر یزال (نقصان کا ازالہ کیا جائے گا)[44]

حقوقِ خاصہ کے باب میں اس قاعدہ کی تطبیق ایسے کی جا سکتی ہے کہ جس گاڑی والے نے اپنی گاڑی دوسرے کی گاڑی سے ٹکرائی ہے وہ اس دوسرے متاثرہ شخص کے نقصان کا ازالہ کرے گا۔

قاعدہ نمبر3: المرور فی الطریق مباح بشرط السلامة فیما یمکن الاحتراز عنه۔

یہ قاعدہ فقہاء کے نزدیک متفق ہے۔ اور اس قاعدے کے تحت سڑک سے استفادہ حاصل کرنا ہر انسان کا حق ہے چاہے وہ پیدل ہو یا سواری پر ہو لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ دوسروں کے لیے ضرر کا باعث نہ ہو۔ لیکن اگر وہ اس شرط کی مخالفت کرتا ہے تو وہ گنہگار ہو گا اور اسکے نتیجے میں ہونے والے نقصان کا ذمہ دار بھی وہی شخص ہو گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إياكم والجلوس بالطرقات فقالوا يا رسول الله ما لنا من مجالسنا بد نتحدث فيها قال فإذا أبيتم إلا المجلس فأعطوا الطريق حقه . قالوا وما حق الطريق يا رسول الله قال غض البصر وكف الأذى ورد السلام والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر[45]

ترجمہ: راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کرو۔ یہ سن کر بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے راستوں میں بیٹھنے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے جہاں ہم باتیں کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس مجبوری کی بناء پر بیٹھنے کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہیں تو پھر اس کا حق ادا کرو۔ یعنی اگر ایسی صورت ہو کہ راستے میں بیٹھنے سے اجتناب کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہو اور تمہیں ایسی جگہ بیٹھنا پڑے جو راستہ پر واقع ہو تو راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستے کا کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا۔ (یعنی غیر محرم عورتوں و حرام چیزوں پر نظر نہ ڈالنا)، ایذا رسانی سے باز رہنا۔ (یعنی راستہ تنگ کرنے یا کسی اور طرح سے گزرنے والوں کو ایذاء نہ پہنچانا)، سلام کا جواب دینا اور لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عام سڑک سے فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن دوسروں کے لیے ضرر اور نقصان کا باعث نہ بنے۔

نقصان اور ضامن کے تعین لئے متعین کردہ چند فقہی قواعد:

قاعدہ نمبر1: المباشر ضامن وان لم یکن متعدیا

---

[44]۔ شرح القواعد الفقهية ج1، ص179۔

[45]۔۔ صحیح بخاری ج3، ص133، حدیث نمبر2465۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

یہ قاعدہ فقہاء کے نزدیک متفق علیہ قاعدہ ہے۔ مجلۃ الأحکام العدلیۃ میں یہ قاعدہ "المباشر ضامن وان لم یتعمد" یعنی نقصان کرنے والا ضامن ہے اگرچہ اس نے وہ نقصان جان بوجھ کر نہ بھی کیا ہو۔ کے الفاظ کے ساتھ مذکور ہے۔ اور یہاں تعمد سے مراد زیادتی لی جائے گی کیونکہ مالی نقصان ہر حالت میں ادا کرنا ہوتا ہے چاہے وہ قصداً ہو یا بلا قصد۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قصداً نقصان کی صورت میں کرنے والا گناہ کا مستحق بھی ہوگا۔ اسی لیے چھوٹے بچے اور پاگل، دیوانے کے ہاتھوں ہونے والے نقصان پر ان پر گناہ نہیں لیکن پھر بھی ان کے سرپرست سے نقصان کا معاوضہ لیا جاتا ہے کیونکہ اسلام کسی بھی نقصان کو نظر انداز نہیں کرتا۔[46]

اسی طرح گاڑی سے ٹکر مارنے والا ہر قسم کے نقصان کا ضامن ہوگا چاہے وہ نقصان قصداً ہو یا بلا قصد بس فرق صرف اتنا ہے کہ قصد کی صورت میں وہ گناہ گار ہوگا۔ اور بلا قصد والے پر صرف نقصان کا ازالہ ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الله تجاوز لأمتي الخطأ والنسيان، وما استكرهوا عليه[47]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے میری امت سے بھول چوک اور زبردستی (کروائے گئے کام) معاف کر دیئے ہیں"۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث میں ناسی (بھول جانے والے) اور مخطی (غلطی کرنے والے) پر گناہ اس لیے نہیں کہ ان کی نیت نقصان پہنچانے کی نہیں تھی'[48]

ابن غانم البغدادی فرماتے ہیں کہ "نقصان کرنے والا ضامن ہوگا چاہے وہ بلا قصد ہی نقصان کا مرتکب کیوں نہ ہوا ہو"۔[49]

نقصان کرنے والے کا ضامن ہونے میں عمد کی شرط ہونا لازم نہیں چاہے اس کا عمل اصلاً ممنوع ہو یا وہ حکومت کی طرف سے ممنوع قرار دیا گیا ہو جیسا کہ تیز رفتاری یا سرخ اشارے پر گاڑی نہ روکنا وغیرہ۔

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ مباشر (یعنی نقصان کرنے والا) ہر حال میں ضامن ہوگا تو یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مباشر کا صحیح مفہوم کیا ہے۔

الْقَاعِدَةُ التَّاسِعَةَ عَشْرَة إذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إلَى الْمُبَاشِرِ[50]

فقہاء نے مباشر کی تعریف یوں کی ہے کہ: "مباشر وہ شخص ہے جو نقصان میں براہ راست ملوث ہو"۔

اور مباشر میں مکلف ہونے کی شرط نہیں ہے مثلاً اگر کوئی نابالغ بچہ گاڑی چلا رہا ہو اور اس سے حادثہ ہو جائے تو ایسی صورت میں تمام تر ذمہ داری اس بچہ پر عائد کی جائے گی۔ جیسا کی زہری اور قتادہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ:

اور مباشر میں مکلف ہونے کی شرط نہیں ہے مثلاً اگر کوئی نابالغ بچہ گاڑی چلا رہا ہو اور اس سے حادثہ ہو جائے تو ایسی صورت میں تمام تر ذمہ داری اس بچہ پر عائد کی جائے گی۔ جیسا کی زہری اور قتادہ رحمہم االلہ نے فرمایا کہ:

مضت السنة ان عمد الصبى والمجنون خطأ[51]

---

[46]۔النهاية في غريب الحديث، ابن الأثير ج3، ص136، لمكتبة العلمية بيروت، 1399هـ۔

[47]۔سنن ابن ماجه، ج1، ص659 رقم 2044۔

[48] جامع العلوم والحكم، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد بن رجب، ج2، ص275270، شعيب الأرناؤوط إبراهيم باجس1442هـ۔

[49]۔مجمع الضمانات، أبو محمد غانم بن محمد البغدادي الحنفي، ج1، ص345، دار الكتاب الإسلامي۔

[50]۔غمز عيون البصائر أحمد بن محمد مكي، ج1، ص466، دار الكتب العلمية 1405هـ۔

[51]۔البناية شرح الهداية، أبو محمد محمود بن أحمد ج105ص13ص، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان 1420هـ۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

ترجمہ:"سلف میں یہ سنت جاری رہی ہے کہ بچے اور پاگل کا عمد اگام بھی غلطی اور خطا میں شمار ہو گا"۔

یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کی حادثہ کی صورت میں جانچ پڑتال بہت احتیاط سے کرنی چاہیے تاکہ طرفین میں سے کسی پر بھی ظلم نہ ہو۔

قاعدہ نمبر2:اذا اجتمع المباشر والمتسبب یضاف الحکم الی المباشر:

یعنی اگر مباشر اور متسبب جمع ہو جائیں تو حکم مباشر پر ہو گا۔یہاں مباشر اور متسبب کی تعریف کرنا ضروری ہے۔

مباشر: جس سے براہ راست نقصان ہوا ہو۔

متسبب: جس سے بلا واسطہ نقصان ہوا ہو۔

مثال: اگر ایک شخص نے کنواں کھودا اور اس کنویں میں کسی دوسرے شخص نے کسی کا جانور پھینک دیا تو اس صورت میں مباشر وہ ہو گا جس نے جانور پھینکا اور جس نے کنواں کھودا وہ شخص متسبب ہوا۔

دوسری مثال: ایک شخص نے چور کو کسی کے مال کہ بارہ میں بتایا اور چور نے وہ مال چوری کر لیا تو ایسی صورت میں ہاتھ صرف چور کا کاٹا جائے گا کیونکہ وہ مباشر ہے جبکہ راہ دکھانے والے کو تعزیراً سزا دی جائے گی کیونکہ وہ متسبب ہے۔

آخر میں چند اہم باتوں کو نکات کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

(1) ٹریفک نظام کی پابندی ہر حال میں کرنی چاہیے، پابندی نہ کرنے کی صورت میں ایک تو حاکم کی اطاعت نہ کرنے کا گناہ بھی ہے اور دوسرا حادثے کی صورت میں جان ومال کا ضیاع بھی جو کہ شرعاً جائز نہیں۔

(2) حاکم کے لیے جائز ہے کہ وہ مالی سزا بھی لاگو کر سکتا ہے اور جسمانی سزا بھی۔

(3) اگر مباشر (براہ راست نقصان کرنے والا) اور متسبب (جو کسی وجہ سے واقعہ کا سبب بنا) جمع ہو جائیں تو حکم مباشر پر ہو گا۔[52]

ہماری ذمہ داریاں:

ٹریفک کے قوانین سے متعلق ہم پر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے۔ہمیں چاہئے کہ ان قوانین پر عمل پیرا ہوں تاکہ راستے کا حقوق ادا کر کے تمام لوگوں کی جان مال محفوظ رہے۔اس حوالے سے ٹریفک اہلکار سے بھی تعاون کرنا چاہئے۔ان قوانین کو پامال کرنے والے معاشرے کی توہین کے مرتکب اور نقصان کے پے درپے ہوتے ہیں، جبکہ اس کی پاسداری کرنے والا اپنی جان ومال کے ساتھ دوسروں کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالی ہمیں راستوں کے حقوق ادا کرنے، دوران سفر نرمی و قار، تواضع، انکساری کا مظاہرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تجاویز:

1۔ حکومت کو چاہئے کہ عوام کے لئے آگاہی مہم کے لئے ایسے اقدامات کرے جس سے عوام میں ٹریفک کے قوانین کا شعور پیدا ہو۔

2۔ گاڑی کی فٹنس کا باقاعدہ سرٹیفیکیٹ جاری کیا جائے اس کے بغیر گاڑی چلانا ممنوع ہو۔

3۔ گنجان آباد علاقوں میں ایمبولینس کے لیئے علیحدہ ٹریک بنایا جائے، تاکہ مریضوں کے لیئے سہولت پیدا کی جاسکے۔

4۔ حکومت کو چاہئے کہ مالی سزا دیتے وقت میانہ روی سے کام لے سزا کو خزانے کی وسعت کا ذریعہ نہ بنالے۔

5۔ سزا دیتے وقت قانون توڑنے والے کی کیفیت کے مطابق سزا دی جائے۔

نتائج وخلاصہ بحث

---

[52] غمز عیون البصائر أحمد بن محمد مکي، ج1، ص466۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

1۔ حاکم کی اطاعت ان احکامات میں ضروری ہے جو شریعت کے متصادم نہ ہو، ان میں ٹریفک کے قوانین شامل ہیں۔

2۔ اگر کوئی شخص قانون توڑتے ہوئے تیز رفتار (اوور سپیڈ) میں مر جاتا ہے تو اس کی موت عرب علماء کی لجنہ کے ہاں خودکشی کی موت ہے۔

3۔ اگر جان کو خطرہ نہ ہو تب بھی دوسروں کو تکلیف دینا جائز نہیں ہو گا۔

4۔ قانون کا احترام ہر صورت میں لازمی ہے خواہ اس میں کوئی حکمت ہو یا نا ہو۔

5۔ ایک اچھے شہری اور اچھے مسلمان کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قوانین کا حترام کر کے اپنے اور دوسروں کے جان ومال کی حفاظت کو یقینی بنائیں۔

6۔ انسان کی جان بہت ہی قیمتی ہے خواہ اپنی یا دوسروں کی، اس کی حفاظت بہت لازمی اور ضروری ہے۔